ہندوستانی اقبال شناس سید مظفر حسین برنی بہ طور مدون: تنقیدی جائزہ

ڈاکٹر محمد عامر اقبال، اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ
نعمت اللہ ارشد گھمن، پی ایچ ڈی اسکالر (اُردو)، مسلم یوتھ یونیورسٹی، اسلام آباد
پروفیسر ڈاکٹر مشتاق عادل، صدر شعبہ اردو، یونیورسٹی آف سیالکوٹ، سیالکوٹ

ABSTRACT:

Apart from being a great poet, Iqbal was also a great thinker and intellectual. His letters are a source of thought and wisdom. Mr. Barni has collected Iqbal's letters with great effort. He has completed the task of editing the letters. Many points have been sorted out and detailed, explained and given arguments. By working with authentic references, Mr. Barni has edited the letters. There are some mistakes are coming up which are inviting new researchers to research. The study of this article will create openness in the field of Iqbaliyat. It will develop new ways of research and criticism and will lead to the creation of new topics.

KEYWORDS: Research, Editing, Text, Translation, Meaning.

سید مظفر حسین برنی ہندوستان میں اعلیٰ ترین سرکاری عہدوں پر تعینات رہے۔ پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کی مصروفیات کے باوجود آپ نے اپنے ادبی ذوق کو قائم رکھا۔ تحقیق و تنقید کے میدان میں اقبالیات آپ کا خاص مضمون تھا۔ کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی چار جلدوں میں اشاعت باقاعدہ ایک ادبی دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے جو آپ کا بہت بڑا کارنامہ ہے۔ اقبال ایک بڑے شاعر ہی نہیں بلکہ اپنے عہد کے عظیم دانشور اور مفکر بھی تھے۔ آپ کے خطوط آپ کی شاعری کی طرح فکر و دانش کا مرقع ہیں۔ خطوط میں آپ کی عظیم شخصیت کے بہت سے ایسے پہلو بھی نمایاں ہوئے ہیں جن کا اظہار اس اکملیت کے ساتھ شاعری میں نہیں ہو سکا۔ مظفر حسین برنی نے اقبال کے خطوط کو بڑی محنت اور جاں فشانی سے جمع کیا ہے اور پھر ایک خاص ترتیب سے یکجا کر دیا ہے۔ اقبال نے فکر کو جذبے کی آنچ دے کر جس ہنر مندی سے شاعری کے قالب میں ڈھالا ہے، وہ اپنے آپ میں فنی معجزے سے کم نہیں۔ آپ کی فکر اپنے عہد کے تمام ذہنی اور جذباتی مسائل کا احاطہ کرتی ہے جو اس عہد کے انسانوں کو، بالخصوص بلادِ مشرقیہ کے رہنے والوں کو درپیش تھے۔ ان کی اس فکر کا اظہار ان کی شاعری کے علاوہ ان کی نثری تحریروں میں بھی ہوا ہے۔ اگر ہم اقبال کی نثر میں خطوط کا مطالعہ کریں اور انہیں کوئی خاص ترتیب دے کر لوگوں کے سامنے پیش کرنا چاہیں تو ہمیں اس بات کا خاص خیال رکھنا ہو گا کہ

اقبال کی فکر کو کوئی آنچ نہ آئے۔ فکرِ اقبال کو اس کے اصل رنگ میں لوگوں تک پہنچانا ہر محقق کا اخلاقی فرض ہے۔ اس لیے محقق کو فکرِ اقبال کی تدوین میں اپنے خیالات کا رنگ شامل نہیں کرنا چاہیے۔ اور تاریخ کے حوالہ سے ان اصولوں کو ضرور مدِ نظر رکھنا چاہیے کہ جن سے اقبال کی درست فکر کا ادراک ہوتا ہو۔

آج اقبال تو ہم میں نہیں ہیں اس لیے ان کے خیالات اور نظریات کہ جن کا احاطہ اقبال کی کتب اور خطوط نے کیا ہے، ہر انسان کو روشنی فراہم کر سکتے ہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اقبال کے افکار کا رنگ بدل کر عوام الناس کے سامنے پیش نہ کیا جائے۔ اس لیے ہر محقق کے لیے یہ لازم ہے کہ ایمانداری سے اقبال کے افکار کو لوگوں تک پہنچائے۔ اگر ذکر خطوط کا آئے تو یہ ذمہ داری اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے کیونکہ آج کچھ تو اصل خطوط موجود ہی نہیں ہیں اور اگر ہیں تو وہ اتنے مسخ شدہ ہیں کہ ذرا سی بے احتیاطی سے تاریخ، جگہ اور خیالات میں تبدیلی آسکتی ہے اور بات محرم سے مجرم اور دعا سے دغا تک پہنچ سکتی ہے۔

اس بات کے لیے خیال رکھا جائے کہ اقبال کے زیادہ سے زیادہ مآخذوں کا پتا لگایا جائے۔ محقق کو مختلف علوم سے واقفیت بھی حاصل ہو اور وہ گہری نظر بھی رکھتا ہو کہ جس کے ذریعہ سے وہ حق و صداقت کی راہ پا سکے اور غلطیوں اور لغزشوں سے دامن بھی بچا سکے۔ دستیاب مآخذ کہ یہاں جن کا احاطہ محض خطوط تک ہے اس میں محض نقل پر نظر رکھی جائے اور اصولِ عادت، قواعدِ سیاست، طبیعت تمدن اور اجتماعِ انسانی کے حالات کو پیشِ نظر نہ رکھا جائے تو غلطی، لغزش، اور سچائی کے راستے سے ہٹ جانے کا خطرہ ہوگا۔ چنانچہ اکثر و بیشتر محققین راستہ بھٹک گئے ہیں۔ اور اقبال کے خطوط لمعہ کے نام کی سی مضحکہ خیز کیفیت سامنے آتی ہے۔ دراصل لوگوں نے محض نقل پر بھروسہ کیا، خواہ وہ قابلِ رد ہو یا قابلِ قبول۔ ان کو نہ اصول پر جانچا، نہ پرکھا۔ محقق کے لیے تحقیق کے قواعد و ضوابط کا خیال رکھتے ہوئے لوگوں کے سامنے درست بات پیش کرنی چاہیے۔

انسان طبعاً عجیب بات کہنے کا دلدادہ ہے اور اعتراض یا تنقید سے غفلت برتتے ہوئے اس کو جلد زبان پر لے آنے کا عادی ہے۔ وہ نفس کی بھول چوک یا اس کے ارادے پر اس کی جانچ پڑتال نہیں کرتا اور نقل میں واسطے یا چھان بین سے سروکار نہیں رکھتا اور پھر نہ ہی دستیاب مآخذ کو بحث و تمحیص کی کسوٹی پر کستا ہے۔ نتیجتاً زبان کی لگام کو ڈھیل دے دیتا ہے اور اسے جھوٹ کے میدان میں خوب آزادی بخشتا ہے۔

محقق کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ سیاسی قواعد اور موجودات کے طبائع سے واقفیت رکھتا ہو۔ قومیں اور زمین و زبان، عادات و اخلاق، سیرت و خصلت، مذہب و ملت اور دیگر حالات میں جن انقلابی ادوار سے گزرتی رہتی ہیں ان سے بھی وہ شناسا ہو، نیز قابلیت رکھتا ہو کہ حاضر و موجود کو غائب اور غیر موجود سے ملا کر دیکھے کہ ان میں اتفاق ہے یا

اختلاف۔اتفاق کی علت تلاش کرے اور اختلاف کی بھی وجہ تلاش کرے۔ قوموں کے اصول،ان کی ابتدااور ان کے حوادث کے اسباب ودواعی کی معلومات بھی بہم پہنچائے۔اور جو اشخاص ان امور میں ذمہ دارانہ شخصیت رکھتے ہوں ان کے حالات سے بھی شناسائی رکھتا ہوتا کہ وہ ان معلومات کے تحت اصلیت کا سراغ لگا سکے اور جو بات نقل ہو کر اس تک پہنچی ہے اگر اس کے قواعد واصول پر پوری اترتی ہے تو اس کو صحیح جانے ورنہ اسے کھوٹی اور جھوٹی جان کر نظر انداز کر دے۔

اہلِ عالم اور قوموں کے حالات وعادات اور مذہب ایک نہج پر نہیں چلتے بلکہ ایام وزمانہ کے اختلاف کے ساتھ ساتھ وہ بھی ایک حالت سے دوسری حالت کی طرف بدلتے رہتے ہیں۔ جس طرح لوگ اور آبادیاں ایک حالت پر برقرار نہیں رہتیں۔اسی طرح سطح زمین، زمانہ اور قومیں بھی ثبات پر قرار نہیں رکھتیں۔اس طرح تبدیلی کے مرحلہ سے گزر کر نئی راہوں پر رواں دواں رہتی ہیں۔اگر محقق یہ سمجھنے کی صلاحیت رکھتا ہو تو غلطی کے سرزد ہونے سے بچ جائے گا۔

جس چیز کو لوگوں نے نہ دیکھا ہو اسے جھٹلانے میں بھی دیر نہیں کرتے۔جس طرح عجوبہ پسندی کی وجہ سے اکثر ناممکن باتوں کو لوگ مان لیا کرتے ہیں۔اس لیے محقق کے لیے لازم ہے کہ وہ درج بالا سطور میں بیان کیے گئے قواعد وضوابط کا خیال رکھے۔

سید مظفر حسین برنی نے بھی خوب محنت سے اقبال کے خطوط مرتب کیے ہیں۔اگر درج بالا سطور کو مدِ نظر رکھا جائے تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اقبال کے تمام خطوط میں معلومات کا ایک خزانہ موجود ہے۔جوں جوں تحقیق کی راہیں کھل رہی ہیں ویسے ویسے اقبال کے خطوط بھی نئے انداز میں ہمارے سامنے آرہے ہیں یہی وجہ ہے کہ سید مظفر حسین برنی کی کاوشوں میں جو جھول رہ گیا تھا وہ بھی محققین اپنی کاوشوں سے دور کر رہے ہیں۔یہاں صرف ان باتوں کے حوالہ سے گفتگو قلم بند کی گئی ہے کہ جو سید مظفر حسین برنی کی کاوشوں کا اعتراف کرنے کے لیے موثر ہے۔

سید مظفر حسین برنی نے تحقیق کے درج بالا اصولوں کو مدِ نظر رکھ کر اقبال کے خطوط کی تدوین میں خاصی محنت کی ہے۔سید مظفر حسین برنی نے خطوط کی تدوین میں جہاں دیگر ماہرین کی خدمات کا اعتراف کیا ہے وہاں خطوط میں تدوین کے لیے اپنی کاوشوں کا ذکر بھی کیا ہے اور اسے اپنے حوالہ سے ''مولف'' کا نام دے کر حاشیہ کی زینت بنایا ہے مثلاً سید محمد تقی شاہ کے نام اقبال کے خط کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے واضح کیا ہے کہ :

''اس خط کا عکس 22۔اپریل 1949ء کے ''امروز'' میں شائع ہوا تھا''(1)

کسی خط کی تدوین میں اتنی عرق ریزی اس بات کا اشارہ ہے کہ مدون نے تحقیق کے اصولوں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنا کام انجام دیا ہے۔ منشی دیانراین نگم کے نام اقبال کا ایک خط 10، اگست 1904ء کا بھی موجود ہے۔ اس خط میں اقبال نے چند اشعار بھجوائے تھے۔ خط کے صفحہ پر لکھا ہے "دوسرا صفحہ ملاحظہ ہو" مظفر حسین برنی نے اس خط کا عکس بھی شائع کیا ہے۔(2) یہاں یہ بات قابلِ غور ہے کہ اس دوسرے صفحہ کا ذکر تو موجود ہے مگر وہ دوسرا صفحہ منظرِ عام پر نہیں آیا۔ مظفر حسین برنی کو یہ بات واضح کرنی چاہیے تھی کہ وہ دوسرا صفحہ کہاں گیا ہے؟ اس صفحہ کے نہ ہونے سے خط کی صداقت مشکوک ہو جاتی ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد کے نام 5، ستمبر 14ء کا ایک خط برنی نے پیش کیا ہے جس کا عکس بھی موجود ہے۔(3) اس عکس پر سیاہی بکھری ہوئی ہے جس سے کچھ الفاظ کے پڑھنے میں دشواری ہوتی ہے۔ سید مظفر حسین برنی نے اس خط کی تدوین کے نیچے باقاعدہ ایک نوٹ دیا جس پر لکھا ہے کہ:

"عکسی خط پر روشنائی گری ہونے کی وجہ سے کئی الفاظ صاف نہیں پڑھے گئے"(4)

اس سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ یہاں پر کسی غلطی کی گنجائش تھی مگر سید مظفر حسین برنی نے اس غلطی کی ذمہ داری نہ لی اور پہلے ہی اس خط کے عکس میں پائی جانے والی سیاہی کا ذکر کیا ہے جس سے اگر کوئی غلطی ہو تو برنی بری الذمہ ہو گئے۔ اقبال نے 11، مارچ کو مہاراجہ کشن پرشاد کے نام ایک خط لکھا تھا۔ اس خط میں "مسٹر گلینسی" کا ذکر تھا۔ سید مظفر حسین برنی نے ان کے لیے تفصیلی تعارف اپنے حواشی میں لکھا ہے کہ انڈین سول سروس کا ایک قابل انگریز افسر تھا۔

> "یہ وہی مسٹر گلینسی ہیں جنہیں تحریک کشمیر کے دنوں میں کشمیریوں کے حقوق و مطالبات معلوم کرنے کے لیے ایک تحقیقاتی کمیشن کا نگران مقرر کیا گیا تھا۔ انہوں نے اپنی رپورٹ میں کئی سفارشات پیش کیں جنہیں عملی جامہ پہنایا گیا"(5)

یہاں مظفر حسین برنی نے "مسٹر گلینسی" کے حوالہ سے معلومات بہم پہنچائی ہے اور یہ نام خط کے عکس میں واضح بھی ہے مگر برنی نے یہ معلومات درج کرنے کے بعد اپنے ماخذ کا ذکر نہیں کیا اور نہ ہی اپنے حوالے یعنی "مولف" کا ذکر کیا ہے۔ اس طرح "مسٹر گلینسی" کے انڈین سول سروس کے قابل انگیریز افسر ہونے کا ذکر افسانہ بن گیا ہے۔ سید مظفر حسین برنی نے بطور مدون بہت عمدہ کام کیا ہے مگر ڈاکٹر محمد حسین کے نام اقبال کا لاہور سے 7۔ فروری 19ء کا ایک خط ہے۔ اس میں تاریخ کا حوالہ خط کے آغاز میں دیا گیا ہے۔(6) جبکہ اس خط کا عکس بھی

اس خط کے ساتھ ہی دیا گیا ہے۔ اگر ہم عکس پر نظر ڈالیں تو خط لکھنے کی تاریخ کا ذکر اقبال نے خط کے آخر میں کیا ہے۔(7)اس طرح مظفر حسین برنی کی کاوش میں کہیں کہیں کمی بھی سامنے آتی ہے۔

مہاراجہ کشن پرشاد کے نام لاہور سے اقبال نے ایک خط ارسال کیا جو 21، فروری 19ء کو لکھا گیا۔اس خط کا عکس بھی برنی نے شائع کیا ہے۔اس خط کے آخر میں اقبال نے لکھا کہ :

''تار کا جواب عرض کر چکا ہوں''(8)

اس کے بعد اقبال نے اپنا نام ''محمد اقبال'' بھی لکھا تھا جو کہ عکس سے صاف واضح ہے۔(9) مگر برنی نے اس کے ساتھ اقبال کا نام درج نہیں کیا۔ایک مدون کی یہ اہم ذمہ داری ہوتی ہے کہ وہ عکس کے ہر لفظ پر غور کرے اور اگر اسے شائع کرانا مقصود ہو تو اس پر توجہ بھی دی جائے کہ کہیں کوئی لفظ رہ تو نہیں گیا۔اقبال کے خطوط کا معاملہ بہت حساس ہے۔ان خطوط میں ایک بھی لفظ کی کمی بیشی سے اقبال کی شخصیت متاثر ہوتی ہے اور خط کے اصل ہونے یا نہ ہونے پر روشنی پڑتی ہے۔اقبال جیسی شخصیت کے حوالہ سے ایسی غلطی کسی مدون کے لیے تدوین میں خامی کا اظہار بھی کرتی ہے۔

صوفی غلام مصطفیٰ تبسم کے نام اقبال نے لاہور سے 2 ستمبر 25ء کو ایک خط لکھا یہ خط برنی نے ''اقبال نامہ'' سے نقل کیا ہے اور اس کا عکس بھی موجود ہے۔خط کے آخر میں عکس کے نامکمل ہونے کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔(10) عکس کے نامکمل ہونے کی وجہ سے مظفر حسین برنی نے کہیں کہیں ترمیم بھی کی ہے مگر اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے لکھا ہے کہ :

''مولف نے نوٹ میں کہیں کہیں ترمیم کر دی ہے''(11)

ایک اچھے مدون کا یہ فرض ہے کہ اگر اس قسم کی کوئی تبدیلی ہو تو اس کا ذکر ضرور کر دے تاکہ اگر کبھی اس تبدیلی میں کوئی تحقیقی اور قانونی فرق سامنے لایا جائے تو یہ بات واضح ہو سکے کہ خط لکھنے والے کے یہ الفاظ نہیں ہیں بلکہ مولف یا مدون نے اپنی ذمہ داری پر اس قسم کی ترمیم کی ہے۔یہ ترمیم کتنی اور کیسی ہو گی یہ تو تحقیق کے بعد ہی واضح ہو سکتا ہے مگر مدون اپنا حوالہ دے کر یہ واضح کر دے تو زیادہ بہتر ہے۔اس طرح مظفر حسین برنی کی بطور مدون اس کاوش کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جا سکتا تھا۔

مظفر حسین برنی نے کچھ غیر مدون خطوط بھی اپنی کتاب کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی چاروں جلدوں کی زینت بنائے ہیں مگر ان کے غیر مدون ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے ماخذ کا حوالہ بھی دیا ہے۔اقبال نے 31۔ اکتوبر 1927ء

کو محمد علی جناح کے نام ایک خط لکھا تھا اس کے غیر مدون ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے مآخذ کا ذکر کرتے ہوئے برنی نے لکھا ہے کہ:

"یہ خط ڈاکٹر ذاکر حسین لائبریری، جامعہ ملّیہ اسلامیہ، دہلی میں محفوظ محمد علی کاغذات سے دستیاب ہوا ہے"(12)

یہ رویہ اپنا کر برنی نے ایک اچھے مدوّن ہونے کا ثبوت دیا ہے۔ مظفر حسین برنی نے اقبال کے خطوط کی تدوین میں خط لکھنے کی وجہ کا بھی کہیں کہیں ذکر کیا ہے کہ اقبال نے یہ خط کس لیے لکھا تھا۔ اس خط میں کسی واقعہ، کتاب یا قرآنی حوالہ اور حدیث کے متعلق کوئی بات کرنا مقصود تھا؟ برنی نے اقبال کے ایک خط کا ذکر کیا ہے جو اقبال نے ثاقب کانپوری کے نام لکھا تھا۔ اس خط میں ثاقب کانپوری کے کسی مجموعہ کلام کا ذکر ہے جو 1930ء میں شائع ہوا تھا اور اقبال کے پاس رائے کے لیے بھیجا گیا تھا۔ برنی نے ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی کی مرتبہ "تصانیفِ اقبال کا تحقیقی و توضیحی مطالعہ" کے حوالہ سے کتاب کا نام "متاعِ درد" بھی لکھا ہے۔(13) برنی نے یہ خط انوارِ اقبال سے لیا ہے اس خط کی کوئی مستند تاریخ درج نہیں ہے۔ برنی کو بطور مدون یہاں اپنی کاوش کو نکھارنے میں مزید کوشش کرنی چاہیے تھی۔ اس سے قبل سطور میں ذکر کیا گیا ہے کہ اگر برنی نے کوئی تبدیلی یا اضافہ کیا تو اس کا ذکر بھی حاشیہ میں کیا ہے۔ اس بات کو ذہن میں رکھیں تو یہ بات بھی مدون کی صداقت کی دلیل ہے کہ اگر کسی اور نے کسی قسم کا کوئی اضافہ کیا ہے تو اس کا حوالہ بھی حاشیہ میں دیا ہے۔ مثلاً اقبال نے 3، اگست 1930ء کو سید نذیر نیازی کے نام خط لکھ کر کسی کتاب کی واپسی کا ذکر کیا تھا۔ برنی نے "روحِ مکاتیبِ اقبال" سے یہ خط لیا اور حاشیہ میں اس کتاب کے نام کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ "کتاب کا نام "روحِ مکاتیبِ اقبال" کے مولف نے اضافہ کیا ہے"(14) کتاب کا نام "کتاب الطواسین" ہے جس کا ذکر خط میں موجود ہے۔

مظفر حسین برنی نے خطوط کے متن حاصل کرنے میں بھی کمال محنت کی ہے تاکہ ہر ممکن حد تک متن کی صحت کا خیال رکھا جاسکے۔ مظفر حسین برنی نے کچھ انگریزی خطوط کا ترجمہ خود کیا ہے اور کچھ انگریزی خطوط کا ترجمہ درست سمجھ کر اپنی کاوشوں میں شامل کیا ہے۔

دو خطوط فارسی زبان میں بھی تھے جو ایران کے ادیب اور نقاد سعید نفیسی کے نام 26 اگست 1923ء اور 4 نومبر 1923ء کو لکھے گئے۔ ان خطوط کے اردو ترجموں کے ساتھ اصل فارسی متون بھی برنی نے شامل کیے ہیں۔ تقاریظ اور مکاتیب میں حدِ فاصل قائم کرنا بڑا نازک اور دشوار کام ہے۔ مظفر حسین برنی نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ اگر اقبال نے کسی کتاب پر اپنی رائے کا اظہار براہِ راست اس کے مصنف یا مولف کو کیا ہے تو یہ خط ہے اور اگر اظہارِ

رائے بلاواسطہ ہوا ہے تو تقریظ ہے۔ مثلاً یہ تحریر ''آپ کی کتاب مفید ہے'' خط کی ذیل میں آتی ہے جبکہ یہ رائے کہ ''یہ کتاب مفید ہے'' تقریظ کہلائے گی۔اس طرح مظفر حسین برنی نے بطور مدون ہر اس بات کا خیال رکھا ہے کہ جس سے خطوط کے ان مجموعہ جات میں خوبصورتی اور صداقت پیدا ہو سکے۔

اقبال کی فارسی شاعری بھی فکرِ اقبال سے لبریز ہے اور خطوط میں اقبال نے کئی جگہ اپنے فارسی اشعار کا ذکر بھی کیا ہے۔ مظفر حسین برنی نے بطور مدون اس بات کا بھی انتظام کیا ہے کہ ان فارسی اشعار کا ترجمہ بھی عوام تک پہنچ جائے۔اس لیے برنی نے ان فارسی اشعار کا اردو زبان میں ترجمہ بھی کیا ہے اور حاشیہ میں ''مولف'' کے حوالہ سے خود وہ اردو ترجمہ بھی پیش کیا ہے۔خواجہ حسن نظامی کے نام 1912ء کے ایک خط میں اقبال نے جو فارسی شعر لکھا تھا اس کا ترجمہ برنی نے لکھا ہے کہ:

''کلامِ بیدل اگر تمہیں ملے تو انصاف کے راستے سے نہ ہٹنا۔ کیونکہ کوئی تم سے آفریں (واہ وا) کے سوا اور کچھ صلہ طلب نہیں کرتا'' (15)

مزید یہ کہ اگر فارسی شاعری میں بھی کسی لفظ کا تلفظ غلط محسوس کیا ہے تو اس کی اصلاح بھی کی ہے مثلاً مولانا گرامی کے نام 28 جون 1917ء کے ایک خط میں اقبال نے چند فارسی اشعار لکھے۔ ان اشعار کے ایک شعر میں لفظ ''حج'' کے حوالہ سے برنی نے لکھا:

''اس میں لفظ '' حجے'' بلا تشدید نظم ہوا ہے'' (16)

اصل شعر اور اس کا ترجمہ بھی برنی نے شائع کیا ہے۔ سابقہ سطور میں درج شدہ گفتگو اس بات کی دلیل ہے کہ سید مظفر حسین برنی نے کلیاتِ مکاتیبِ اقبال کی تدوین میں بہت محنت کی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اقبال کے خطوط پڑھ کر فکرِ اقبال کا صحیح مفہوم بھی ہمارے سامنے آ سکتا ہے اور تمام خطوط کا خزانہ ہمیں ایک ہی جگہ پر میسر آیا ہے۔

حوالہ جات

علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد اول، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی، دہلی: اردو اکادمی، نومبر 1989ء، ص 77

(2) ایضاً، ص 85

(3) ایضاً، ص 303

(4) ایضاً، ص 301

(5)ایضاً، ص352

(6)علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد دوم، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی، دہلی: اردو اکادمی، 1991ء، ص51

(7)ایضاً، ص52

(8)ایضاً، ص58

(9)ایضاً، ص57

(10)ایضاً، ص604

(11)ایضاً، ص600

(12)ایضاً، ص684

(13)علامہ ڈاکٹر محمد اقبال، کلیاتِ مکاتیبِ اقبال، جلد سوم، مرتبہ، سید مظفر حسین برنی، دہلی: اردو اکادمی، 1993ء، ص144

(14)ایضاً، ص 145

(15)ایضاً، ص248

(16)ایضاً، ص615